مصرفِ زکوٰۃ "فی سبیل اللہ" کی تفسیر و تحدید قرآن مبین سے

عبدالعظیم اصلاحی

'فی سبیل اللہ' زکاۃ کے آٹھ مصارف میں ساتواں مصرف ہے۔ اس لفظ کے معنی و مفہوم میں بڑی وسعت ہے۔ مصارف زکاۃ کے تعلق سے اس کے معنی و مفہوم کی کوئی جامع و مانع تفسیر احادیث میں نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے مدلول کی تعیین میں قدیم و جدید فقہاء کرام کے درمیان افراط و تفریط پر مبنی کافی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ایک طرف بعض فقہاء نے اس میں اس قدر تنگی سے کام لیا کہ اس کو فقیر و محتاج مجاہدین تک محدود کر دیا جس سے 'فی سبیل اللہ' بجائے ایک مستقل مصرف ہونے کے فقراء و مساکین کی ایک ذیلی قسم بن کر رہ گیا۔ دوسری طرف بعض حضرات نے اس سلسلہ میں اتنا توسع اختیار کیا ہے کہ ہر کار خیر کو 'فی سبیل اللہ' مان لیا۔ کچھ اعتدال پسند حضرات نے جہاد کی ہر قسم، مصالح عامہ کے ہر کام اور تعلیم و تعلم سے متعلق ہر کوشش کو فی سبیل اللہ میں شامل کر لیا جن کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

'فی سبیل اللہ' قرآن مبین کی ایک اصطلاح ہے اور ارشاد خداوندی کے بموجب قرآن مجید میں بیان شدہ ہر چیز کی وضاحت کر دی گئی ہے:

سورۃ القیامہ میں ہے

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝
ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝
(قیامۃ: ۱۸، ۱۹)

سو جب ہم اسے پڑھ دیا کریں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کیا کریں پھر ہمارے ہی اوپر ہے اس کا بیان کر دینا بھی۔

سورۃ النحل میں ارشاد ہے

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل : ۸۹)	اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے۔

سورۃ ھود کا آغاز ہی ان الفاظ سے ہوتا ہے

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ہود : ۱)	الٓرا۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات محکم کردی گئی ہیں پھر ایک حکیم و باخبر (خدا) کی طرف سے ان کو صاف صاف بیان بھی کر دیا گیا ہے۔

ان سے ملتی جلتی آیات اور بھی متعدد مقامات پر وارد ہیں اور اس سے یہ تفسیری اصول نکلا کہ 'القرآن یفسر بعضہ بعضا'، یعنی قرآن اپنے بعض مجمل حصوں کی بعض دوسرے حصوں سے تفسیر کردیتا ہے۔

اس لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فی سبیل اللہ کی تفسیر و تعیین کے لیے قرآن ہی سے رجوع کیا جائے۔ تاریخ اسلامی کے مختلف مراحل میں شدید اختلافات کے مواقع پر امت کو اسی کتاب ہدایت سے رہنمائی ملی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحۂ ارتحال کے بعد شدت جذبات کا عالم ہو یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا مسئلہ، حضرت عمرؓ کے دور میں مہر کی حد بندی کا قضیہ ہو یا ارض عراق کی تقسیم کا معاملہ، فیصلہ کن ہدایت اسی کتاب سے ملی۔

چنانچہ راقم نے اپنی بے مائیگی کے پورے احساس اور فوق کل ذی علم علیم کے حضور کسی نتیجہ پر پہنچنے کی دعا اور ہدایت کی توقع کے ساتھ لفظ فی سبیل اللہ کے معنی کی قرآن مجید سے تعیین و تحدید کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے میں نے ان تمام مقامات کو نشان زد کیا جہاں جہاں قرآن مجید میں یہ اصطلاح آئی ہے، پھر اس کے صلات و متعلقات اور سیاق و سباق کی روشنی میں اس کے معنی طے کیے ہیں پھر جملہ مصارفِ زکاۃ کی نوعیت و مزاج پر غور کرنے کے لیے مصرف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کے مدلول و مراد کو بیان کیا ہے، اس مطالعہ میں متعلقہ احادیث اور مفسرین کرام کے نتائج فکر کو بھی سامنے رکھا ہے۔ فان اهتدیت فمن الله

وارجوان لی اجرین وان اخطأت فمن نفسی ولا ازال ارجو اجرا واحدا۔

سبیل کے لغوی معنی :

سبیل کے لغوی معنی ہیں راستہ کے۔ عربی کے مشہور لغت لسان العرب میں ہے :

السبیل الطریق وما وضع منہ	سبیل کے معنی ہیں راستہ یا نشان راہ۔
ویذکر ویؤنث وسبیل اللہ طریق	یہ مذکر و مونث دونوں طرح مستعمل ہے۔
الھدی الذی دعا الیہ[1]	اللہ کے راستہ کا مطلب ہے وہ راہ ہدایت جس کی طرف اس نے بلایا ہے۔

قرآن مجید میں سبیل اپنے لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسے سورۃ الکہف میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ۝ (الکہف : ۶۳)	اور اس نے دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی

سورۃ الزخرف میں ہے

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا (الزخرف : ۱۰)	جس نے زمین کو تمہارے لیے مثل فرش کے بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنائے۔

سبیل کے مجازی واصطلاحی معنی :

لیکن قرآن مجید سبیل کو اکثر مجازی و اصطلاحی معنی میں استعمال کرتا ہے اور جب یہ اللہ کی طرف اضافت کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں نبیوں کے ذریعہ بتایا ہوا اللہ کا سچا راستہ ایمان واسلام کی راہ جو آخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرے۔ سورہ یوسف میں اللہ کی نشانیوں اور ایمان بالتوحید کے تذکرے کے بعد ارشاد ہوتا ہے :

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ	آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں لوگوں کو (توحید) خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں

(یوسف : ۱۰۸) کہ میں دلیل پر قائم ہوں، میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی۔

سبیل اللہ کے مواقع استعمال :

جس طرح ایمان کے مختلف شعبے اور درجات ہیں اسی طرح سبیل اللہ کے کام بھی مختلف النوع ہیں مگر ان سارے کاموں کے لیے ایمان اور اخلاص نیت شرط ہے کہ اس کے بغیر کوئی کام اللہ کے راستہ کا نہیں ہوسکتا۔ ریاکار شہید، عالم اور سخی سے متعلق مشہور حدیث ہے کہ روز حشر ان کی بظاہر قربانیوں اور محنت کو یہ کہہ کر رد کر دیا جائے گا کہ وہ خالصۃً لوجہ اللہ نہ تھیں۔[۱]

قرآن شریف میں ہے :

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ	کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے کو اور مسجد
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ	حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے (عمل
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	کے) برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت
لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ	کے دن پر ایمان لایا ہے اور اس نے اللہ
(التوبہ : ۱۹)	کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ یہ لوگ اللہ کے
	نزدیک برابر نہیں ہوسکتے۔ . . .

مذکورہ بالا شواہد سے معلوم ہوا کہ ہر کار خیر فی سبیل اللہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ لوجہ اللہ نہ ہو اور نہ ہی ہر فی سبیل اللہ کا کام اہمیت و اثر میں برابر ہوسکتا ہے۔

قرآن میں سبیل اللہ کے بالمقابل سبیل الطاغوت بھی ہے :

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ	وہ جو لوگ ایمان لائے وہ تو اللہ کی راہ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ	میں جہاد کرتے ہیں اور وہ جنھوں نے کفر
فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا	کی راہ اختیار کی وہ طاغوت کی راہ میں
اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ	لڑتے ہیں تو تم شیطان کے ساتھیوں سے
كَانَ ضَعِيْفًا ۚ (النساء : ۷۶)	جنگ کرو۔ بلاشبہ شیطانی چال لچر ہوتی ہے۔

اس آیت میں طاغوت کی راہ سے مراد کفر و سرکشی کی وہ راہ مراد ہے جس کی طرف شیطانی قوتیں بلاتی ہیں اور جہنم کو لے جاتی ہے۔

قرآن شریف میں جہاں زکاۃ کے مصارف کا ذکر ہے وہاں 'فی سبیل اللہ' مطلق استعمال ہوا ہے باقی ہر جگہ کسی عمل سے متعلق ہو کر آیا ہے یہ مطلق فی سبیل اللہ کے معنی و مراد کو متعین کرنے سے پہلے دوسری جگہوں پر اس کے استعمال پر نظر ڈال لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں 'فی سبیل اللہ' دو حروف جر فی اور عن کے ساتھ آیا ہے۔ فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں) اور عن سبیل اللہ (اللہ کی راہ سے)۔

قتل و قتال، ہجرت و جہاد، احصار و نفیر، ضرب و اصابہ اور انفاق جیسے اعمال کے ساتھ فی سبیل اللہ مجموعی طور پر پچاس سے زائد بار آیا ہے۔ اسی طرح عن سبیل اللہ ضلالہ و اضلال اور صد کے ساتھ تیس سے زائد مرتبہ استعمال ہوا ہے ان کے علاوہ فی سبیلہ و فی سبیلک اور عن سبیلہ و عن سبیلک بھی متعدد جگہوں پر آئے ہیں۔ پہلے ہم عن سبیل اللہ پر غور کرتے ہیں۔

عن سبیل اللہ سے مراد:

جیسا کہ اوپر کی سطروں میں عرض کیا گیا عن سبیل اللہ ضل و اضلال اور صد کے ساتھ آیا ہے اس طرح ضل عن سبیل اللہ اور اضلال عن سبیل اللہ کے معنی اللہ کی راہ سے بھٹک جانے یا گمراہ کرنے کے ہوئے اور صد عن سبیل اللہ کے معنی ہوئے اللہ کی راہ سے روکنا۔ ان آیات کا جائزہ لینے سے جہاں پر ضل و اضلال یا صد عن سبیل اللہ کے الفاظ آئے ہیں یہ واضح ہوتا ہے کہ ان تمام مواقع پر سبیل اللہ کے معنی عام کار خیر ہرگز نہیں ہیں بلکہ یہاں مراد اتباعِ حق، دعوت دین، توحید اور آیات اللہ ہیں۔ یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اضلال اور صد عن سبیل اللہ والی کچھ آیات مکی بھی ہیں اور اہلِ مکہ کے لیے توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان اور اس کے مطابق زندگی گزارنا ہی سب سے زیادہ شاق تھا اور اسی سے وہ روکنا چاہتے تھے۔ رہا سبیل اللہ کے وہ عام معنی جس میں ہر کار خیر شامل ہو، وہ ان آیات میں اس لیے مراد نہیں ہے کہ ایسے نیک کام جن میں عقائد و نظریات کا تصادم نہ ہو ان سے روکنے کی فکر کم ہی کسی کو ہوگی، اعزہ و اقرباء کے حقوق

پورے کرنا، غریبوں کی مدد کرنا، جود وسخا اور مظلوموں کی دادرسی جیسے کام فی سبیل اللہ کے وسیع معنی میں شامل ہیں مگر یہ ایسے کام ہیں جن کو عرب جاہلی کیا ہر عقیدہ کا انسان بنظر تحسین دیکھتا ہے۔ سوائے ان معدودے چند لوگوں کے جن کی فطرت ہی مسخ ہو چکی ہو یا جو کسی خود غرضانہ مقصد کی تکمیل چاہتے ہوں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ	وہ لوگ جو کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کی تعلیم کرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل میں سے جو انھیں دے رکھا ہے اسے چھپاتے ہیں۔
(النساء : ۳۷)	

یا مثلاً

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُہُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَہُمْ نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَہُمْ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ ٥	منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں، انھوں نے خدا کو بھلا دیا تو خدا نے بھی انھیں بھلا دیا بے شک یہ منافق بڑے بدکردار ہیں۔
(توبہ : ۶۷)	

اس سے واضح ہوا کہ اضلال اور صدعن سبیل اللہ میں سبیل سے مراد وہی ہے جس کے لیے مومن جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہے۔ اس سلسلہ کی چند آیات ملاحظہ ہوں:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّہْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ ۔ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌۢ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَہْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ ۔ وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ	لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس میں قتال کرنا جرم عظیم ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا، اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور ان لوگوں کو نکال دینا جو اس کے اصل حق دار تھے اللہ کے

حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا.... (البقرۃ: ۲۱۷)	نزدیک (اس سے) کہیں بڑا جرم ہے اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے اور یہ لوگ برابر تم سے برسرپیکار رہیں گے کہ وہ تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ قابو پا جائیں...

یہاں صدعن سبیل اللہ کے بعد کفر بہ سے معلوم ہوا کہ ایمان سے روکنا مراد ہے پھر اس کے علاوہ دوسرے بہت سے جرائم گنائے جن کی روک تھام کے لیے اشہر حرم میں بھی قتال کو جائز قرار دیا ہے اور اسے جہاد فی سبیل اللہ گردانا۔

سورۃ لقمان میں ہے :

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ (لقمان: ۶)	اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو غافل کرنے والی باتوں کو خریدتے ہیں تاکہ اللہ کے راستے سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کریں اور اس کا مذاق اڑائیں۔ ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔

یہاں بھی اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے اور اس کا مذاق اڑانے سے مراد قرآن کی دعوت اور نبیؐ کی اتباع مراد ہے۔ جس کی راہ سے رکاوٹیں دور کرنے کے لیے جہاد کا حکم آیا ہے

سورۃ محمدؐ کے آغاز میں ہے :

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد: ۱)	جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا خدا نے ان کے اعمال کو کالعدم کر دیا۔

یہاں آگے کی آیات کے مطالعہ سے صاف واضح ہے کہ صدعن سبیل اللہ سے مراد اتباع حق سے روکنا ہے پھر کافروں سے قتال کی بات کہی گئی ہے اور آخر میں فرمایا :

وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ (محمد: ۵)	اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ صدعن سبیل اللہ کو ختم کرنے کے لیے جو جنگ ہو وہ قتال فی سبیل اللہ ہے۔

فی سبیل اللہ سے مراد:

'فی سبیل اللہ' کا سب سے زیادہ استعمال قرآن شریف میں قتل وقتال کے ساتھ ہوا ہے۔ مجموعی طور پر ستّرہ مرتبہ[۴]۔ ظاہر ہے جان جیسی متاعِ عزیز کا قربان کرنا یا سلب کرلینا کسی بڑے مقصد ہی کے لیے ہوسکتا ہے۔ اس سلسلہ کی آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قتل و قتال فی سبیل اللہ وہ خونریزیاں ہیں جو اتباع حق کی راہوں میں حائل رکاوٹوں کے دور کرنے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہوں، جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے:

من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله۔[۵]	وہ شخص جو اس لیے لڑے کہ اللہ کے کلمہ کا بول بالا ہو وہ درحقیقت فی سبیل اللہ جنگ کر رہا ہے۔

اسی طرح طاغوتی نظام کو ختم کرنے کے لیے جنگ، ایمان واسلام کے راستہ کی پیروی کی وجہ سے کسی پر چڑھائی کی جائے اس کا دفاع، عزت وآبرو اور جان ومال کو نشانہ بنایا جائے اس کے تحفظ کے لیے جنگ ظلم وجور سے خلاصی کے لیے لڑائی بھی فی سبیل اللہ ہے بشرطیکہ ان آزمائشوں کی وجہ کلمۂ حق کا اقرار اور اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم ہو۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ..... (الحج: ۳۹-۴۰)	(اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دے دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر پوری قدرت رکھتا ہے، جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے (صرف اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ؀ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ښ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝

(النساء : ۷۵)

پس اس شخص کو چاہیئے کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرے جو آخرت کی زندگی کے بدلے دنیوی زندگی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ اور جو شخص بھی اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آ جائے ہم اس کو اجرِ عظیم دیں گے اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مرد، عورتوں اور بچوں کی خاطر جو دُعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے بڑے ظالم ہیں اور ہمارے لیے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کر دیجئے اور ہمارے لیے غیب سے کسی حامی و مددگار کو بھیج دیجئے۔

ملک گیری کی ہوس، نام و نمود کے لیے یا ایک نظام باطل کو ہٹا کر دوسرے باطل نظام کو نافذ کرنے کی خاطر جنگ کا فی سبیل اللہ سے کوئی تعلق نہیں۔

قتل و قتال کے ساتھ فی سبیل اللہ کے بعد سب سے زیادہ اس کا استعمال ہجرت و جہاد کے ساتھ ہوا ہے۔ چار مقامات پر تنہا ہجرت کے ساتھ[6]، چار مقامات پر ہجرت و جہاد کے ساتھ[7] اور صرف جہاد کے ساتھ چھ مقامات پر[8]۔ اس کے علاوہ ایک جگہ جہاد فی سبیلی اور دو جگہوں پر جہاد فی سبیلہ بھی آیا ہے[9]۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فی سبیل اللہ ہجرت و جہاد کی غرض و غایت وہی ہے جو فی سبیل اللہ قتل و قتال کی ہے اور دونوں جگہوں پر فی سبیل اللہ کے معنی و مراد ایک ہی ہیں۔ البتہ قتال و جہاد میں خاص و عام کا تعلق ہے۔ جہاد کے لفظی معنی ہیں کسی کام میں انتھک کوشش صرف کرنا۔ اس طرح قتال جہاد کا نقطۂ عروج ہے۔ ہر قتال فی سبیل اللہ جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔ لیکن ہر جہاد فی سبیل اللہ کو قتال فی سبیل اللہ نہیں کہہ سکتے۔ ایک طرح سے

دونوں میں یوں بھی فرق کر سکتے ہیں کہ قتال فی سبیل اللہ بنفس نفیس ہوتا ہے جس میں مقاتل اپنی انتہائی قیمتی چیز جان کو داؤ پر لگا دیتا ہے جبکہ جہاد جان کے علاوہ مال، زبان قلم سبھی کے ذریعہ ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اکثر مقامات پر جہاد بالانفس کے ساتھ جہاد بالاموال کا ذکر آیا ہے۔ گویا مجاہد بالنفس کے ساتھ مجاہد بالمال بھی ہوتا ہے۔ احادیث میں جہاد کی مختلف صورتوں کا خاص طور سے ذکر ہے۔ مثلاً آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بڑا جہاد کیا ہے تو آپؐ نے فرمایا کلمۃ حق عند سلطان جائر [a] ظالم صاحب اقتدار کے سامنے سچی بات کہنا۔ ایک اور موقع پر رسول اللہؐ نے فرمایا "مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ"۔[b]

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ وجہاد کے لیے نکلنے اور کوچ کرنے کے لیے درج ذیل آیات میں ضرب فی سبیل اللہ اور نفیر فی سبیل اللہ کے الفاظ آئے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ	اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو (ہر کام کو) تحقیق کرکے کیا کرو۔ اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے دنیوی سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔
(النساء: ۹۴)	
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ ...	اے لوگو جو ایمان لائے، تم کو کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لیے) نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو.....
(التوبہ: ۳۸)	

اس راہ میں بھوک پیاس اور مصائب ومشکلات پہنچنے کے لیے اصابہ فی سبیل اللہ اور ظمأ ونصب ومخمصہ فی سبیل اللہ کہا گیا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا	اور کتنے ہی نبیوں کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں سو نہ ہمت ہاری انھوں نے ان مصائب کی وجہ سے جو ان پر اللہ کی

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ○	راہ میں واقع ہوئیں اور نہ وہ کمزور پڑے
(آل عمران : ۱۴۶)	اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ کو ایسے مستقل
....ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ	مزاجوں سے محبت ہے ۔
وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ	اور ایسا اس لیے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو
اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ	پیاس لگتی ہے اور جو ماندگی پہنچتی ہے اور جو
الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ	بھوک لگتی ہے اور جو بھی اللہ کے راہ میں چلتے
نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ	ہیں جو کفار کے لیے موجب غضب ہوتا ہے
صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ	اور دشمنوں سے جو بھی پا لیتے ہیں ان سب کے
الْمُحْسِنِيْنَ ○	بدلے ایک ایک نیک عمل ان کے لیے لکھا جاتا
(توبہ : ۱۲۰)	ہے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصوں کا اجر ضائع
	نہیں کرتے ۔

سفر سے معذور، دعوتی کاموں میں مصروف اور مجاہدین کے مصالح کی نگرانی کرنے والے بھی اسی گروہ میں شامل ہوں گے ۔ ان کے لیے احصار فی سبیل اللہ کے الفاظ آئے ہیں ۔ صدقات کا ان کو حقدار بتاتے ہوئے ارشاد ہے :

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	(صدقات اصل میں) ان حاجتمندوں کے لیے
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ	ہیں جو مقید ہو گئے ہوں اللہ کی راہ میں (اور
يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ	اسی وجہ سے) وہ لوگ کہیں ملک میں چلنے پھرنے
التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ	کا (عادۃً) امکان نہیں رکھتے اور ناواقف
لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا	ان کو تونگر خیال کرتا ہے ان کے سوال سے
(البقرۃ: ۲۷۳)	بچنے کے سبب سے ۔ تم ان کو ان کے طرز سے
	پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے
	نہیں پھرتے ۔

قتال و جہاد کے ساتھ ہجرت بھی ایک انتہائی مرحلہ ہے جو بعض حالات میں دعوت الی اللہ، اتباعِ حق

اور ایمان واسلام کی راہ میں پیش آسکتا ہے جبکہ قتال فی سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کی راہیں مسدود ہوں۔ قتال کی طرح، ہجرت بھی جہاد کا ایک رُخ ہے اور یہی وجہ ہے کہ کئی جگہوں پر دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر ہے۔[۱۲]

قتل وقتال اور، ہجرت وجہاد کے بعد سب سے زیادہ ذکر فی سبیل اللہ کا انفاق کے ساتھ آیا ہے جو اکثر جہاد بالمال کے معنی میں ہے یعنی دعوت الی اللہ، اعلاء کلمۃ اللہ ونصرت دین اللہ کے لیے مال صرف کرنا۔ لیکن بعض جگہوں پر انفاق فی سبیل اللہ میں سبیل اللہ اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی جہاد کے ساتھ فقراء ومساکین، اعزہ واقرباء اور دیگر کارہائے خیر میں صرف کرنا۔ مثلاً

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ
ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ	کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو اس
اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ	پر احسان جتلاتے ہیں اور نہ اس کو آزار
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ	پہنچاتے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا
يَحْزَنُوْنَ ۝	ثواب ملے گا اور نہ ان کو کوئی خطرہ ہوگا اور
(البقرۃ: ۲۶۲)	نہ وہ مغموم ہوں گے۔

اس آیت میں انفاق کے ساتھ احسان جتانے اور ایذا پہنچانے کے ذکر سے یہ واضح ہے کہ یہاں عام طور پر فقراء ومحتاجین مراد ہیں۔

اس کے علاوہ آیت الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ (۹:۳۴) جس میں سونے چاندی کے کنز (گن گن کر رکھنے) اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی وعید آئی ہے اس میں بھی فی سبیل اللہ سے مراد نیکی وبھلائی کے سبھی کام ہیں بلکہ خاص طور پر وہ تمام مصارف شامل ہیں جو زکاۃ کے مصارف ہیں کیونکہ کنز کا علاج زکاۃ کی ادائیگی بتایا گیا ہے۔[۱۳]

فی سبیل اللہ آیت صدقات میں:

صدقات (زکاۃ) کے مصارف کے ذکر میں فی سبیل اللہ مطلق آیا ہے چنانچہ اس کی تعیین کے لیے قرآن میں اس کے دوسرے استعمالات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ اوپر ہم نے دیکھا کہ قتل و

قتال اور ہجرت و جہاد کے ساتھ فی سبیل اللہ آتا ہے تو اس کے معنی اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت الی اللہ اور دینِ اسلام کی نصرت و حمایت کے ہوتے ہیں۔ صرف انفاق سے متعلق بعض آیات میں فی سبیل اللہ اپنے وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی نیکی کے سبھی کام۔ چونکہ زکاۃ کے تناظر میں انفاق فی سبیل اللہ کے معنی کی تعیین کا مسئلہ ہے اور جہاں اس کے مصارف کا ذکر ہے وہاں 'فی سبیل اللہ' کو نیکی کے عام کاموں سے الگ کرکے ذکر کیا گیا ہے اس سے یہ واضح ہے کہ یہاں فی سبیل اللہ نیکی کے دیگر کاموں سے الگ کوئی خاص اور اہم کام ہے۔ قرآن کی بقیہ سبھی آیات جہاں فی سبیل اللہ کا ذکر آیا ہے اس خاص اور اہم مقصد کی تعیین کرتی ہیں یعنی شرک کے مقابل ایمان واسلام کو قائم رکھنے، طاغوت کے بالمقابل اللہ کی طرف دعوت دینے اور حق دشمن و باطل قوتوں کے خلاف حق و انصاف کی نصرت و حمایت اور دین کے غلبہ کی خاطر۔ فی سبیل اللہ کو جہاد سے متعلق کرنے پر اس مقصد کے لیے تمام طرح کی انتہائی کوششیں اس میں شامل ہوں گی۔ فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ پر جمہور فقہاء و مفسرین کا اتفاق ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بعض نے اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ جہاد صرف قتال فی سبیل اللہ یعنی عسکری جہاد تک محدود ہوگیا اور بعض نے جہاد کی ہر شکل کو زکاۃ کا مصرف مانا ہے۔ اول الذکر رائے متقدمین کی ہے اور ثانی الذکر متأخرین علماء کی۔ دونوں پر اپنے زمانہ کے حالات کا گہرا اثر معلوم ہوتا ہے۔

کیا فی سبیل اللہ کا ہر کام زکاۃ کا مصرف ہے؟:

فی سبیل اللہ کے اندر جہاد کے بالاتفاق داخل ہونے کے بعد علماء کے درمیان اس بات پر اختلاف ہے کہ کیا اس کے مدلول میں جہاد کے علاوہ بھی کوئی چیز شامل ہے۔ اس سلسلہ میں بعض علماء نے اس میں اتنی وسعت اختیار کی کہ اس کے اندر نیکی کا ہر کام شامل کردیا ہے[۱۴]۔ اس رائے کی کمزوری واضح ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا قرآن میں فی سبیل اللہ کے بیشتر استعمالات اس کا ساتھ نہیں دیتے۔ اس صورت میں مصارف صدقات میں فی سبیل اللہ کے علاوہ باقی جو مستحقین کا ذکر ہے وہ بھی فی سبیل اللہ کے عمومی معنی میں داخل ہوں گے۔ اس لیے اگر فی سبیل اللہ کے عمومی معنی لیے جائیں تو بے سبب تکرار لازم آئے گی جس سے کلام اللہ منزہ ہے۔ اس لیے یہ رائے صحیح نہیں

معلوم ہوتی۔

بعض علماء نے ایک حدیث کی بنیاد پر فی سبیل اللہ میں جہاد کے علاوہ حج کو بھی شامل کیا ہے[۵]۔ اور بعض نے ہر کار خیر کو تو نہیں البتہ مصالح عامہ کے کاموں کو فی سبیل اللہ کے اندر داخل کیا ہے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی روشنی میں ان دو رایوں کا جائزہ لیا جائے، کیونکہ قرآن ہی نے مصارف زکاۃ بیان کیے ہیں۔

کیا فی سبیل اللہ کے معنی میں حج زکاۃ کا مصرف ہے؟ :

حج اسلام کے ارکان میں سے پانچواں رکن ہے۔ اس کی فرضیت کے لیے بنیادی شرط ہے کہ آدمی اتنا مالدار ہو کہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے اور واپسی کے اخراجات برداشت کر سکے۔ قرآن شریف میں صاف طور پر یہ حکم آیا ہے :

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ (آل عمران: ۹۷)	اور اللہ کے واسطے لوگوں پر فرض ہے اس مکان کا حج کرنا یعنی اس شخص پر جو وہاں تک کے راستے کی طاقت رکھے۔

اس آیت سے بغیر کسی شبہ کے یہ ثابت ہے کہ زکاۃ کی رقم سے حج کرنا کرانا قرآنی منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ رہی وہ حدیث جس کی بنیاد پر بعض صحابہ اور کچھ ائمہ نے حج کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کیا ہے تو اول اس حدیث کے راویوں کے بارے میں محدثین نے کلام کیا ہے۔ اس کے متن میں تعارض ہے کہ ایک حدیث کی رو سے یہ واقعہ ابو معقلؓ کی زندگی میں اور دوسری حدیث کی رو سے ان کی وفات کے بعد پیش آیا۔ پھر یہ کہ حدیث سے یہ قطعاً ظاہر نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرض صدقہ یعنی زکاۃ کے فی سبیل اللہ مصرف کی حیثیت سے حج کو فی سبیل اللہ کہا ہے۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابو معقلؓ نے عام معنوں میں صدقہ فی سبیل اللہ اونٹ دینے کی نذر مانی تھی جس کو ام معقلؓ کے اس کہنے پر کہ مجھ پر حج لازم ہے کیا ابو معقلؓ کے فی سبیل اللہ اونٹ کو استعمال کر سکتی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ حج بھی فی سبیل اللہ ہے۔ حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ام معقلؓ کو صرف اونٹ کی منفعت یعنی سواری کی اجازت دی گئی یا ان کو اونٹ کا مالک بنا دیا گیا۔ بعض ائمہ کی رایوں میں

منفعت کی حد تک دینے میں حرج نہیں ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ حج بھی غالباً فرض حج نہیں تھا ورنہ ضرور ان کے پاس بیت اللہ کے راستے کی پوری استطاعت ہوتی۔ شاید وہ حج نذر ماننے کی وجہ سے تھا اس صورت میں ان کا استحقاق حج کی وجہ سے نہیں بلکہ فقر کی وجہ سے تھا، بس ان کو یہ اندیشہ رہا ہوگا کہ ایک چیز جو فی سبیل اللہ نذر مانی گئی تھی (ظاہر ہے یہاں فی سبیل اللہ کے معنی عام خیر کے کام رہا ہوگا) اس کو حج کے لیے استعمال کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس تردد کو یہ کہہ کر دور کر دیا گیا کہ حج بھی (عام معنوں میں) فی سبیل اللہ ہے اس لیے نذر کے اونٹ کو نذر کے حج میں استعمال کرنا صحیح ہوگا۔

بعض ائمہ نے اس حدیث کا منشا یہ لیا ہے کہ زکاۃ کی رقم منقطع الحاج (جو اپنے توشہ و زاد راہ سے بچھڑ گیا ہو) پر خرچ کی جا سکتی ہے[16]۔ مگر منقطع الحاج کی مدد بربنائے ابن السبیل ہوگی نہ کہ بربنائے حج۔

مصارف زکاۃ پر عمومی نظر ڈالنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے لکھا ہے[17] کہ زکاۃ کا مستحق یا تو اپنی ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے فقیر، مسکین، رقاب، ابن سبیل یا اس وجہ سے کہ عامۃ المسلمین کو اس کی ضرورت ہوتی ہے جیسے عامل زکاۃ، غارم لاصلاح ذات البین، مؤلفۃ القلوب اور فی سبیل اللہ۔ غیر فرض حج نہ تو محتاج کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کے حج کی ملت کو کوئی احتیاج ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا تجزیہ کی روشنی میں حج کو فی سبیل اللہ زکاۃ کا مصرف ماننا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

مصالح عامہ کے کاموں پر زکاۃ کا خرچ کرنا:

بہت سے علماء خصوصاً متاخرین نے فی سبیل اللہ کے تحت مصالح عامہ کے کاموں کو زکاۃ کا مصرف مانا ہے[18]۔ راقم کے خیال میں یہ رائے نہ تو بالاطلاق صحیح ہے اور نہ ہی بالکلیہ غلط۔ اصل میں مصالح عامہ کے کاموں کی ذمہ داری عام طور پر حکومت کی ہوتی ہے کیونکہ ایسے کاموں کی لاگت بہت ہوتی ہے جبکہ ان کے منافع عام ہوتے ہیں اکثر ایسے کاموں سے ایک فرد کے انتفاع سے دوسرے کا انتفاع کم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان کی انفرادی رسد ممکن نہیں ہوتی۔ مصالح عامہ کے کاموں کی مثال ہے ماحولیات کی آلودگی سے تحفظ، صحت وصفائی کے انتظامات، ریڈیو اور ٹی وی کے نشریات، امن وامان کا قیام، ملک کا دفاع، مدارس اور عبادت گاہیں وغیرہ۔ اگر بالاطلاق مصالح عامہ کے کاموں

کو زکاۃ کا مصرف قرار دیا جائے تو نہ صرف یہ کہ دوسرے مصارف کے لیے زکاۃ بچے گی نہیں بلکہ خود مصالح عامہ کے کاموں کے لیے بھی ناکافی ہوگی۔ اس لیے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ مصارف عامہ کے کون سے کام ہیں جن کا فی سبیل اللہ (دعوت حق، اعلاء کلمۃ اللہ اور نصرت دین) سے براہِ راست تعلق ہے اور کون سے کام ایسے نہیں ہیں جن کاموں کا براہِ راست تعلق ہو وہ جہاد کی تیاریوں اور متعلقہ کاموں کی وجہ سے زکاۃ کا مصرف ہو سکتے ہیں اور جن کا براہِ راست تعلق اس سے نہ ہو وہ فی سبیل اللہ کی قرآنی تعریف میں نہیں آئیں گے۔ مثلاً ماحول کی مادی آلودگی مصلحہ عامہ کا کام ہے جس کا عام حالات میں جہاد فی سبیل اللہ سے تعلق نہیں ہے لیکن ماحول کی روحانی آلودگی (بایں معنی کہ معاشرہ میں شر پسند اور طاغوتی قوتیں زور پکڑ رہی ہوں اور دین و اخلاق کا جنازہ نکل رہا ہو) فی سبیل اللہ سے براہِ راست متصادم ہے اور اس کا علاج زکاۃ کا مصرف ہوگا۔ حالات کے لحاظ سے بھی اس میں فرق واقع ہوگا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ مصلحہ عامہ کا کوئی کام ایک خاص وقت میں فی سبیل اللہ کے تحت آئے اور دوسرے وقت ایسا نہ ہو۔ نائبین رسول ﷺ اور اولی الامر کو اس کا فیصلہ کرنا ہوگا۔

مصارف کی ترتیب و ترجیح :

قرآن مجید میں زکاۃ کے جو آٹھ مصارف درج ہیں ان کی ترتیب پر راقم نے غور کیا تو یہ وجہ سمجھ میں آئی کہ یہاں مستحقین کا ذکر الاھم فالاھم کے اصول پر ہوا ہے۔ یہ صحیح ہے عام حالات میں ہر شخص کے لیے ہر مستحق پر زکاۃ خرچ کرنا لازم نہیں۔ اسی طرح ان کو دینے میں مساواۃ نہ کرنا یا خارج سے کچھ عوارض کی وجہ سے بعد والوں کو ترجیح دینا جائز ہے (گو اس میں سے بعض کے بارے میں کچھ ائمہ کے یہاں اختلاف بھی ہے) لیکن جب کوئی ہنگامی حالات نہ ہوں اس وقت مثلاً فقراء و مساکین کو محروم کر کے تالیف قلب میں خرچ کرنا یا ان کو بھوکا چھوڑ کر قرض چکانے لگنا قرآنی ترجیح کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ مجھے اپنی اس فہم کی تائید میں متقدمین میں سے امام رازی کے یہاں [۱۹] اور متاخرین میں مولانا ابوالکلام آزاد کے یہاں ملتی جلتی رائے دیکھ کر خوشی ہوئی۔ خصوصاً مولانا آزاد نے جس وضاحت سے اس پر روشنی ڈالی ہے اس کی افادیت کے پیش نظر ان کے طویل اقتباس کو یہاں دینے میں حرج نہیں محسوس ہوتا۔ فرماتے ہیں :

"یہ آٹھوں مصارف جس ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں اگر غور کرو گے تو معلوم ہو جائیگا کہ معاملہ کی قدرتی ترتیب بھی یہی ہے۔ سب سے پہلے ان گروہوں کا ذکر کیا جو استحقاق میں سب سے مقدم ہیں۔ کیونکہ زکاۃ کا مقصود انھیں کی اعانت ہے، یعنی فقراء و مساکین۔ پھر اس گروہ کا ذکر کیا جس کی موجودگی کے بغیر زکاۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا اور اس اعتبار سے ان کا تقدم ظاہر ہے لیکن چونکہ انکا استحقاق بالذات نہیں تھا اس لیے اولین جگہ نہیں دی جا سکتی پس دوسری جگہ پائی "العاملین علیہا" پھر 'المولفۃ قلوبھم' کا درجہ ہوا کہ ان کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لیے ضروری تھا۔ پھر غلاموں کو آزاد کرانے اور قرضداروں کو بار قرض سے سبک دوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے، جو نسبتاً مؤقت اور محدود تھے۔ پھر فی سبیل اللہ کا مقصد رکھا گیا کہ مستحقین کی پچھلی جماعتیں کسی وقت مفقود ہو گئی ہوں یا کم ہو گئی ہوں یا مقتضیات وقت نے ان کی اہمیت کم کر دی ہو یا مال زکاۃ کی مقدار بہت زیادہ ہو گئی ہو تو ایک جامع وحاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا جائے جس میں دین و امت کے مصالح کی ساری باتیں آ جائیں۔ سب کے آخر میں ابن السبیل کی جگہ ہوئی کیونکہ تقدم میں یہ سب سے کم اور مقدار کے لحاظ سے بہت ہی محدود صورت میں پیش آنے والا مصرف تھا۔"[۲۰]

یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہو گی کہ بعض مفسرین نے اس کے بالکل برعکس رائے اپنائی ہے۔ زکاۃ کے چار مصارف فقراء و مساکین، عاملین اور مؤلفۃ قلوب کا ذکر حرف جر لام (لِ = لئے) کے ذریعہ آیا ہے۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیہا والمؤلفۃ قلوبھم۔ اور باقی چار۔ رقاب، غارمین، سبیل اللہ اور ابن السبیل۔ کا فِی (میں) کے ذریعہ۔ وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل۔ لام استحقاق و تملیک کے لیے آتا ہے اور فی میں ظرفیت کے معنی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس فرق کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے چار کے لیے زکاۃ یوں خرچ کی جاتی ہے کہ وہ اس کے مالک بن کر اس میں

تصرف کرتے ہیں اور باقی چار پر زکاۃ یوں خرچ ہوتی ہے کہ وہ اس کے مالک نہیں بنتے بلکہ ان کو اس کی منفعت ملتی ہے[۲۱] لیکن متقدمین میں صاحب کشاف اور متاخرین میں صاحب تفسیر مظہری نے اس کی ایسی توجیہہ کی ہے جس سے بعد والوں کو اول الذکر پر ترجیح حاصل ہوتی ہے اور وہ زیادہ مستحق ٹھہرتے ہیں۔ ان کا کہنا کہ فی استحقاق اور اولیت کو ظاہر کرنے کے لیے آیا ہے۔ اس کے مطابق فقر ایک سبب ہے اس کے ساتھ مکاتبت، غرم، سبیل اللہ یا ابن سبیل ہونا پایا جائے تو وہ زیادہ مستحق ٹھہرتے ہیں[۲۲] مگر یہ رائے کچھ زیادہ صائب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ استحقاق میں اولیت و ترجیح کی اور وجہیں بھی ہوسکتی ہیں مثلاً قرابت داری، یتیمی، کثیر العیالی وغیرہ۔ پھر چند ہی کے ذکر کی کیا وجہ ہے۔ اس لیے ترتیب و ترجیح سے متعلق الاھم ثم الاھم والی رائے زیادہ قوی ہے۔

کیا فی سبیل اللہ کے لیے فقر ضروری ہے:

احناف نے فی سبیل اللہ کے تحت زکاۃ کے مستحق کے لیے بھی فقر کی شرط لگائی ہے جس پر اعتراض عائد کیا گیا ہے کہ فقر میں مبتلا شخص تو زکاۃ کا مستحق ہوتا ہی ہے اور وہ شروع ہی میں آگیا خواہ وہ کسی وصف سے متصف نہ ہو پھر فی سبیل اللہ کے ذکر سے کیا فائدہ ہوا یہ تو تکرار لاطائل ہوئی۔ بعض نے یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن کے کسی عام حکم کو خاص کرنا نسخ ہے اور احناف کے اصول پر قرآن کے کسی حکم کے نسخ کے لیے قرآن سے کوئی دلیل یا سنت متواترہ ہونی چاہیے[۲۳]۔
بظاہر یہ اعتراضات بڑے قوی معلوم ہوتے ہیں مگر ذرا غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ بعض دوسرے مصارف کے سلسلہ میں یہ اعتراض خود معترضین پر بھی وارد ہوتا ہے۔ بلکہ تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ احناف کی رائے بڑی مناسب معلوم ہوتی ہے یعنی غازی کا فقر نہیں بلکہ غازیوں کے منتظم کا فقر یا عدم کفایت۔ دوسرے لفظوں میں حکومت کا بیت المال اتنا نا کافی ہو کہ حکومت جہاد سمیت اپنی ساری ذمہ داریوں کو اس سے پورا کرنے سے قاصر ہو۔ کیونکہ زکاۃ اصلاً فقر کے علاج کے لیے ہے "تؤخذ من اغنیائھم وترد الی فقرائھم" جو بھی اس کے مستحقین ہیں وہ فقر کی ایک خاص نوعیت سے تعلق رکھتے ہیں۔ غارمین اور ابن السبیل بھی مطلق آئے ہیں لیکن کسی کے نزدیک ہر غارم اور ابن السبیل کو ہرگز زکاۃ کا مستحق نہیں سمجھا گیا ہے بلکہ فقر کی ایک

خاص حالت رکھنے والے غارم اور ابن السبیل یعنی وہ غارم جس کا قرض اس کے نصاب کو ختم کر دے اور ایسا ابن سبیل جو چاہے گھر پر مالدار ہو لیکن وقتی طور پر سفر میں فقر کا شکار ہو گیا ہو۔ اگر غارم اور ابن السبیل کا ذکر نہ ہوتا تو اغلب یہ تھا کہ غارم کی مستعار مالداری اور ابن السبیل کی درخانہ تونگری کی وجہ سے انھیں زکاۃ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا۔ اسی طرح ایک فقیر تو وہ ہے جس کا فقر کھلا ہوا ہے اور ہر جگہ مانگتا پھرتا ہے اس کو زکاۃ کا مستحق سمجھنے میں کسی کو دشواری نہیں ہوتی لیکن اگر مسکین کا ذکر نہ ہوتا تو شاید ایسے باضمیر جو اپنے فقر کو چھپائے رکھتے ہیں اور جنہیں ان کی خودداری کی وجہ سے ناواقف شخص مالدار سمجھتا ہے (یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف لا یسئلون الناس الحافا) انھیں زکاۃ کا مستحق نہ سمجھا جاتا۔ اسی طرح ان فقراء و مساکین کے لیے کام کرنے والے مالدار عامل کو بھی زکاۃ کا مستحق نہ سمجھا جاتا اگر ان کا الگ سے ذکر نہ ہوتا حالانکہ اصلاً وہ انھیں فقراء کی وجہ سے لیتا ہے اور جس کو دینا ایک طرح سے ان فقراء ہی کو دینا ہے کہ اس کے بغیر فقر کے اس علاج کا بخوبی انتظام نہ ہو پاتا۔ اسی طرح مولی المرء منہ (کسی شخص کا غلام اسی کا ایک فرد شمار ہوگا) کے اصول پر شاید فقیر مکاتب کو بھی دینے سے پرہیز ہوتا تاآنکہ وہ عبدیت سے پہلے چھٹکارا نہ پالے۔ اس وجہ سے اس کا بھی الگ ذکر ہوا۔ رہا مؤلفۃ القلوب اور مجاہد فی سبیل اللہ کے فقر کا مسئلہ تو ان کو زکاۃ میں سے دینا دراصل اسلامی حکومت کے فقر اور اس کی مالیات کی عدم کفایت کی وجہ سے ہے کیونکہ اصلاً تالیف قلب بھی جہاد ہی کی ایک حکمت عملی (TACTICS) ہے۔ اور تالیف قلوب جہاد فی سبیل اللہ کا فیصلہ و تیاری اولی الامر یا اسلامی حکومت کے اختیار تمیزی اور حاکمانہ ذمہ داری کا معاملہ ہے جہاں حکومت نہ ہو وہاں علماء یا مسلمانوں کے اولی الامر کے مشورہ سے اس کا فیصلہ ہوگا۔ اس طرح احناف کی شرط فقر برقرار رہے گی لیکن تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ۔ اس صورت میں اس شرط اور اس حدیث میں کوئی تعارض نہیں باقی رہے گا جس میں کہا گیا ہے کہ مالدار غازی فی سبیل اللہ بھی زکاۃ کا مستحق ہے[۲۲]

کچھ وضاحتیں:

(۱) آیت صدقات میں انما حصر کے لیے آیا ہے اور یہ حصر حقیقی ہے۔ زکاۃ صرف آٹھ طرح کے

مصارف کے لیے ہے اس کے باوجود قیاس و تعلیل کے ذریعہ بہت سے دینی و ملّی مصالح و حوائج کو ان مصارف کے تحت داخل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ بیت المال خالی یا ناکافی ہو اور زکاۃ کی رقم فاضل ہو۔ مگر یہ صورت حال کم ہی ممکن ہے کیونکہ مصالح عامہ کے کام بنیادی طور سے اموال مصالح کے ذریعہ پورے کیے جائیں گے اور اِنَّ فِی المال حقاً سوی الزکاۃ کے تحت حسبِ ضرورت بیت المال کو بڑھایا جا سکتا ہے۔ البتہ اگر اسلام میں کوئی اور ٹیکس لگانے کو ممنوع قرار دیا جائے جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے تو اس شکل میں نہ صرف یہ کہ اس حصر کو اضافی ماننا پڑے گا جیسا کہ شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ہے[25] بلکہ شرح زکاۃ کے ناکافی ہونے کا سوال بھی اٹھ سکتا ہے جیسا کہ بعض متجددین نے کیا ہے۔[26]

(۴) فقہاء کرام اور مفسرین متقدمین نے فی سبیل اللہ سے جو غازی فی سبیل اللہ مراد لیا ہے وہ میرے خیال میں اس عہد کی عمومی حالت کی وجہ سے ہے کہ ان دنوں عام طور پر طاقت کے ذریعہ اتباع حق، اعلاء کلمۃ اللہ اور دعوتِ دین کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی تھیں جس کی وجہ سے اکثر جنگوں کی نوبت آتی جس میں غازی کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے اور جس کو سلاح و کراع (اسلحے اور گھوڑے) مہیا کرنے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ رسول اللہ ؐ نے جو غازی فی سبیل اللہ فرمایا تو وہ فی سبیل اللہ کی تشریح نہیں بلکہ فی سبیل اللہ کے تحت آنے والے ایک اہم مستحق کا ذکر فرمایا۔ قرآن مجید میں کہیں فی سبیل اللہ کے ساتھ غازی کا لفظ نہیں آیا۔ صرف ایک جگہ کفار کے اپنے بھائی بندوں کے لیے یہ لفظ آیا ہے، جو سفر یا جنگ کی حالت میں مارے جائیں:

یَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ	اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ
كَفَرُوا۟ وَقَالُوا۟ لِإِخْوَٰنِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا۟	جنہوں نے کفر کیا اور جو کہتے ہیں اپنے ان
فِى ٱلْأَرْضِ أَوْ كَانُوا۟ غُزًّى لَّوْ كَانُوا۟	بھائیوں کی نسبت جب وہ کسی سفر میں ہوتے
عِندَنَا مَا مَاتُوا۟ وَمَا قُتِلُوا۟.....	ہیں یا جنگ کرتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے
	پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کیے جاتے

.... (آل عمران: ۱۵۶)

البتہ غازی کے ہم معنی لفظ مقاتل فی سبیل اللہ و مجاہد فی سبیل اللہ کے الفاظ بار بار آئے ہیں، جہاں فی سبیل اللہ کے معنی جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا اتباع حق، دعوتِ دین اور اعلاء کلمۃ اللہ

کے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کی بے شمار شکلیں اور مراحل ہیں۔ قتال یا غزوہ فی سبیل اللہ اس کی انتہائی شکل ہے۔ اگر فی سبیل اللہ سے قدیم معنوں میں صرف غازی فی سبیل اللہ مراد لیا جائے تو مؤلفۃ القلوب اور الرقاب کی طرح فی سبیل اللہ کا مصرف بھی اس عہد میں عملاً خارج ہی نظر آئے گا۔

(۳) قرون اولیٰ میں اس وقت کے حالات کے اعتبار سے اگر فی سبیل اللہ کی ایک یا دو تفسیریں ہی ملتی ہیں تو اس سے لازم نہیں کہ موجودہ عہد میں بھی ان ہی تشریحات تک محدود رہا جائے۔ اس عہد کے اعتبار سے فی سبیل اللہ کے تقاضے بدل سکتے ہیں۔ چونکہ اس کی براہِ راست منصوص تعریف و تحدید نہیں آئی ہے اس لیے اس کی تشریح و تفسیر میں کوئی تیسرا یا چوتھا قول بھی اپنایا جا سکتا ہے تا آنکہ اس کا غلط ہونا کسی اتنی ہی قوی دلیل سے ثابت نہ کر دیا جائے۔

(۴) الف: زکوٰۃ کے مصارف فی سبیل اللہ کا مصداق وہ تمام کوششیں ہوں گی جو اعلاءِ کلمۃ اللہ اور دعوت دین کے لیے ہوں۔ دشمنانِ دین طاغوت کی راہ میں جو بھی حربے استعمال کرتے ہوں اسی کے مطابق ان کی توڑ کے لیے فی سبیل اللہ حربوں کا استعمال کرنا اور اس کے لیے قوت کا جمع کرنا ضروری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ	اور ان (کافروں) کے لیے جس قدر تم سے
قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ	ہو سکے قوت اور پلے ہوئے گھوڑے تیار
بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ	رکھو کہ اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن اور
مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اللّٰهُ	اپنے دشمن کو مرعوب کرو اور ان کے علاوہ
يَعْلَمُهُمْ...	دوسروں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے اللہ
(الانفال: ۶۰)	ان کو جانتا ہے۔

اس آیت میں قوت کا لفظ عام ہے۔ رباط الخیل اُس عہد کے لحاظ سے تھا۔ اس عہد میں بھی گرچہ اس کی کچھ افادیت ہے مگر اب اس کی زیادہ حیثیت سازوسامان جنگ کی علامت (SYMBOL) کی ہے۔ موجودہ عہد میں قوت اور اس کی تیاری کی کیا کیا شکلیں ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ اسلحے کی قوت، معاشی قوت، رسل و رسائل کی قوت، تعلیمی و ثقافتی قوت غرضیکہ ہر قوت ضرورت پڑنے پر فی سبیل اللہ کا مصرف ہوگی۔ اگر دشمن یہ قوتیں استعمال کر رہا ہے تو اسلامی حکومت

یا مسلمانوں کی اجتماعی قیادت پر فرض ہوگا کہ وہ بھی ان کو حاصل کرے۔

(ب) جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا فی سبیل اللہ کے مستحقین کا فقیر ہونا شرط نہیں البتہ چونکہ بنیادی طور سے فی سبیل اللہ کا انتظام اسلامی حکومت کا کام ہے اس لیے اس کے تحت زکاۃ کے خرچ کے سلسلہ میں حکومت کا فقر یا اس کی مالیات کی عدم کفایت شرط ہے۔ اگر حکومت اسلامی نہیں ہے تو اس شکل میں علماء یا مسلمانوں کی اجتماعی قیادت کی رائے پر اس مصرف پر خرچ کرنا طے ہوگا جیسا کہ اس وقت ہمارے حالات ہیں۔ اگر اسلامی حکومت قدرتی وسائل یا دوسرے ذرائع آمدنی سے اتنی مالدار ہو کہ اس کا بجٹ فاضل (SURPLUS) رہتا ہو تو فی سبیل اللہ کے کام پر زکاۃ کے بجائے خزانۂ عامرہ سے صرف کرنا چاہیئے اس لیے کہ اس کے فقر کی شرط مفقود ہے۔ زکاۃ کی رقم کو فقراء، مساکین اور دوسرے انفرادی مستحقین پر خرچ کر کے نادار و مالدار کے فرق کو مٹانے کی کوشش ہونی چاہیئے۔ عہدِ نبوی میں ہم دیکھتے ہیں کہ تالیف قلب اور جہاد فی سبیل اللہ پر بڑا خرچ زکاۃ کے بجائے بیت المال کی دوسری آمدنیوں سے ہوتا تھا۔ اگر اس وقت دولت کی وہ ریل پیل ہوتی جو اِس عہد میں اُس خطہ کی ہے تو شاید تالیف قلب اور فی سبیل اللہ جیسے سارے اخراجات اموال المصالح ہی سے پورے ہوتے زکاۃ کی رقم تو بس توخذ من اغنیائھم وترد الی فقرائھم تک محدود ہوتی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بعد کے عہد میں جب کہ حکومت کی مالیات اموال فئی و خراج وغیرہ سے کافی اچھی ہوگئی تو زکاۃ کے ذریعہ مجاہدین کے انتظام کی شاید ہی کوئی مثال ملتی ہو اور تالیف قلب کا تو خاتمہ ہی کر دیا گیا تھا۔

(۵) زکاۃ کے مصارف کے بارے میں رسول اللہؐ کا صاف ارشاد ہے "ان اللہ لم یرض بحکم نبی ولا غیرہ فی الصدقۃ حتی حکم ھو فیھا فجزاھا ثمانیۃ اجزاء فان کنت من تلک الاجزاء اعطیتک حقک"[۳۷] (صدقہ (زکاۃ) کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی وغیرہ پر فیصلہ نہیں چھوڑا بلکہ اس کا اس نے خود فیصلہ کیا ہے اور اسے آٹھ خانوں میں تقسیم کیا ہے اب اگر تم ان میں سے ہوگے تو میں تمہارا حق دوں گا) پس اب اس میں کوئی ایسا اضافہ نہیں ہو سکتا جو ان آٹھ قسموں سے الگ کوئی چیز ہو۔ البتہ یہ مصارف قیاس شرعی کا اس معنی میں محل ہوں گے کہ ان کی تعلیل کر کے اشتراک علت کی وجہ سے ان کے تحت کوئی اور مصرف شامل کیا جائے۔ زکاۃ سے رسول اللہؐ نے جو عاقلہ کی

رقم ادا کی تھی۔ اس کو بعض علماء نے فی سبیل اللہ کے تحت مصالح عامہ کا کام قرار دیا ہے میری ناچیز فہم کے مطابق یہ تالیف قلب کی نوعیت سے تھا۔ اگرچہ عاقلہ کی رقم ادا کرنا زکاۃ کا مصرف نہیں ہے لیکن تالیفِ قلب، کی علت کی بناپر ایسا کیا گیا ۔ راقم کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد عسکری نہیں ہے ۔ لیکن اس کو تسلیم کرنے کی صورت میں اس پر قیاس کرکے اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے دوسری طرح کے جہاد بھی زکوٰۃ کا مصرف ہوں گے۔

(۶) تعلیمی ادارے، اکیڈمیاں اور دوسرے ادارے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ضروری ہوں اور جو فی سبیل الطاغوت کام کرنے والے اسکولوں، اکیڈمیوں اور اداروں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہوں ان کا قیام جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے ایسی حکومت اپنی مالیات کی کمی کی وجہ سے ان پر زکاۃ کی رقم فی سبیل اللہ کے تحت خرچ کرسکتی ہے۔ ہندوستان میں چونکہ ایسی حکومت کا وجود ہی نہیں اس لیے علماء اور تنظیموں کے متدین اصحاب رائے کے مشورہ سے ان پر خرچ کرنا صحیح ہوگا بشرطیکہ یہ ادارے واقعتاً فی سبیل اللہ کام کر رہے ہوں، دنیا داری کے لیے نہ ہوں۔ ان سے انفرادی افادیت، تجارت، شہرت و اقتدار اور باہم مقابلہ آرائی مقصود نہ ہو۔ اس کے لیے اجتماعی نظام زکاۃ کی ضرورت ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں زکاۃ دہندگان کی ذمہ داری ہوگی کہ مصارف کے مقاصد کی صحت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور یہ دیکھ لیں کہ اس مدرسہ یا ادارہ کا خرچ ملت برداشت کرسکتی ہے یا نہیں۔ جس طرح عسکری جہاد کا اعلان کسی فرد کا کام نہیں ہے بلکہ حکومت یا اصحاب حل و عقد کے مشورہ سے ہوگا اسی طرح کوئی ادارہ فی سبیل اللہ لاعلاء کلمۃ اللہ کام کررہا ہے یا اس کے قیام کی ضرورت ہے علماء اور مسلمانوں کی اجتماعی قیادت کے مشورہ سے طے ہونا چاہئے تاکہ انفرادی غلطی سے اس اجتماعی کام کو نقصان نہ پہنچے اور زکاۃ کا غلط استعمال نہ ہو۔

(۷) قرآن مجید میں فی سبیل اللہ کے استعمالات اور ان کے سیاق وسباق کا جائزہ لینے نیز مفسرین کرام کے نتائج فکر سے آگاہی کے بعد راقم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ فی سبیل اللہ میں صرف وہ کام شامل ہیں جو اعلاء کلمۃ اللہ اور اقامت دین کے لیے ہوں۔ غیر مستطیع کو اس سے حج کرانا اس کا مصرف نہیں۔ البتہ حکومت کا بیت المال ناکافی ہو تو زکاۃ کے ذریعہ حج کے انتظامات کرنا اور اس کی عمومی سہولتیں

فراہم کرنا صحیح ہوگا۔

فی سبیل اللہ کے تحت زکاۃ کے مصرف میں مصالح عامہ کے وہ تمام کام شامل ہوں گے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ضروری ہوں۔ رہے وہ مصالح عامہ کے کام جو براہِ راست اعلاء کلمۃ اللہ سے متعلق نہ ہوں یا جن کا نفع فقراء و مساکین تک محدود نہ ہو بلکہ خود زکاۃ دہندہ کو بھی پہنچتا ہو ان پر زکاۃ خرچ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ مصالح عامہ کے ایسے کام اموال المصالح سے پورے کیے جائیں گے اور اس کے لیے مالیات کی فراہمی کی تدابیر کرنا حکومت کی اپنی ذمہ داری ہے۔ جہاں حکومت نہ ہو وہاں مسلمانوں کی اجتماعی قیادت اصحابِ خیر کو ان مقاصد کے لیے عطایا دینے پر آمادہ کرے۔

فی سبیل اللہ کے کاموں کی تعیین میں زمان و مکان کا خیال بھی ضروری ہے۔ اگر ایک زمانہ میں جہاد کے لیے رباط الخیل (یعنی گھوڑوں کی پرورش و پرداخت) ضروری تھی تو آج آتشیں اسلحے کی صنعت ضروری ہے۔ اگر کوئی ایسا علاقہ ہو جہاں شدھی کی تحریک چل رہی ہو وہاں تبلیغی مشن بھیجنا فی سبیل اللہ کا کام ہوگا لیکن جہاں یہ خطرہ نہ ہو بلکہ طاغوتی قوتوں کا ریڈیائی نشریے کے ذریعہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈا ہو یا طاغوتی نظام کی تبلیغ و اشاعت ہوتی ہو وہاں ریڈیائی نشریے کے ذریعہ ان کا مقابلہ کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہوگا۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحبِ تفسیر تدبر قرآن فرماتے ہیں "فی سبیل اللہ ایک جامع اصطلاح ہے جس کے تحت جہاد سے لیکر دعوت دین اور تعلیم دین کے سارے کام آتے ہیں وقت اور حالات کے لحاظ سے کسی کام کو زیادہ اہمیت حاصل ہوگی کسی کو کم لیکن جس کام سے بھی اس کے دین کی کوئی خدمت ہو وہ فی سبیل اللہ کے حکم میں داخل ہے"۔[۲۹] مشہور مفسر ابن جریر طبریؒ نے فی سبیل اللہ کی تفسیر میں فرمایا ہے: "یعنی وفی النفقۃ فی نصرۃ دین اللہ وطریقۃ شریعتہ التی شرعھا لعبادہ، لقتال اعدائہ وذلک ھو غزو الکفار۔"[۳۰] (فی سبیل اللہ کا مطلب ہے اللہ کے دین کی مدد اور اس کی اس شریعت کی راہ میں خرچ کرنا جس کو اس نے اپنے بندوں کے لیے تجویز کیا ہے اس کے دشمنوں سے جنگ کر کے یعنی کافروں سے جنگ) اس تفسیر کا پہلا جزء "فی سبیل اللہ" زکاۃ کے مصرف کا اصل معیار ہے۔ آگے کا ذکر قید اتفاقی معلوم ہوتا ہے۔ عصر حاضر کے بیشتر فقہاء و مفسرین نے جو شریعت کے نبض شناس اور تقاضائے عصر سے آشنا ہیں فی سبیل اللہ کا مصداق امام طبری کی تفسیر کے پہلے جزء ہی کو سمجھا ہے[۳۱]، غزو کفار

جس کی انتہائی شکل ہے۔

مراجع وحواشی

۱؎ ابن منظور، لسان العرب المجلد ۱۳ ص ۴۰۴، بدون مقام، الدار المصریۃ للتالیف والترجمہ۔ بدون تاریخ

۲؎ الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد۔ احیاء علوم الدین، المجلد ۲ ص ۳۷۷، بیروت، دار الندوہ الجدیدۃ بدون تاریخ

۳؎ ملاحظہ ہو سورتوں اور آیات کے نمبر جہاں ضلّ، اضلّ یا صدّ عن سبیل اللہ کے الفاظ آئے ہیں:

۶:۱۱۶؛ ۲۲:۹؛ ۳۱:۶؛ ۳۸:۲۶؛ ۱۰:۸۸؛ ۶:۱۱۷؛ ۱۴:۳۰؛ ۱۶:۱۲۵؛ ۶۸:۷؛

۵۳:۳۰؛ ۳۹:۸؛ ۱۶:۱۲۵؛

۲:۲۱۷؛ ۳:۹۹؛ ۴:۱۶۰، ۱۶۷؛ ۷:۴۵، ۸۶؛ ۸:۳۶، ۴۷؛ ۹:۳۴؛ ۱۰:۱۹؛ ۱۴:۳؛

۱۶:۸۸، ۹۴؛ ۲۲:۲۵؛ ۴۷:۱، ۳۲، ۳۴؛ ۵۸:۱۶؛ ۶۳:۲۔

۴؎ ملاحظہ ہو درج ذیل سور اور ان کی آیات کے نمبر:

۲:۱۵۴، ۱۹۰-، ۲۴۴، ۲۴۶؛ ۳:۱۳، ۱۵۷، ۱۶۷، ۱۶۹؛ ۴:۷۴، ۷۵، ۷۶، ۸۴؛

۹:۱۱۱؛ ۴۷:۴؛ ۷۳:۲۰؛ ۶۱:۴۔

۵؎ الشوکانی، محمد بن علی۔ نیل الاوطار المجلد ۷ ص ۲۲۶، القاہرہ، مصطفیٰ الحلبی۔

۶؎ ملاحظہ ہو: ۴:۸۹، ۱۰۰؛ ۲۲:۵۸؛ ۲۴:۲۲۔

۷؎ ملاحظہ ہو: ۲:۲۱۸؛ ۸:۷۲، ۷۴؛ ۹:۲۰۔

۸؎ ملاحظہ ہو: ۴:۹۵؛ ۵:۵۴؛ ۹:۱۹، ۸۱؛ ۴۹:۱۵؛ ۶۱:۱۱

۹؎ ملاحظہ ہو: ۶۰:۱؛ ۵:۳۵؛ ۹:۲۴۔

۱۰؎ النسائی، ابو عبدالرحمن احمد، السنن۔ ج ۲، ص ۳۷، جیلسور۔ زکریا کتب خانہ۔ بدون تاریخ۔

۱۱؎ ایضاً ج ۲ ص ۱۸۶

۱۲؎ ملاحظہ ہو درج ذیل سور اور ان کی آیات کے نمبر:

۲:۱۹۵، ۲۶۱، ۲۶۲؛ ۸:۶۰؛ ۹:۳۴؛ ۴۷:۳۸؛ ۵۷:۱۰۔

۱۳؎ ملاحظہ ہو ابو داؤد، سنن ابی داؤد۔ ج ۱۔ ص ۲۱۸، دہلی کتب خانہ رشیدیہ ۱۲۰۰ھ

۱۴ھ الرازی، فخر الدین۔ التفسیر الکبیر المجلد ۱۶ ص ۱۱۳۔ بدون مقام ومطبع وسن۔

۱۵ھ "عن ام معقل ان زوجها جعل بکراً فی سبیل اللہ وانها ارادت العمرۃ فسألت زوجها البکر فأبی فأتت النبی ﷺ فذکرت له فامرہ ان یعطیها وقال رسول اللہ ﷺ الحج والعمرۃ فی سبیل اللہ"

مندرجہ بالاحدیث اور اس سے ملتی جلتی احادیث کے لیے ملاحظہ ہو الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار المجلد ۴ ص ۱۹۱ - ۱۹۲ حوالہ مذکورہ

۱۶ھ الکاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ مجلد ۲ ص ۹۰۷، القاہرہ مطبعۃ الامام۔

۱۷ھ ابن قدامہ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۲ ص ۱۰۷، مصر مطبعۃ المنار ۱۳۴۵ھ؛ ابن القیم۔ زاد المعاد المجلد ۱ ص ۱۴۸، القاہرہ المطبعۃ المصریۃ بدون تاریخ۔

۱۸ھ القرضاوی، یوسف۔ فقہ الزکاۃ مجلد ۲ ص ۶۴۶ - ۶۵۰ بدون مقام مؤسسۃ الرسالہ ۱۹۸۴ء

۱۹ھ الرازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر۔ مجلد ۱۶ ص ۱۰۸، حوالہ مذکورہ

۲۰ھ آزاد، مولانا ابوالکلام۔ ترجمان القرآن جلد ۳ ص ۲۱۷ - ۲۱۹، دہلی ساہتیہ اکیڈمی ۱۹۸۹ء۔

۲۱ھ الشوکانی، محمد بن علی۔ فتح القدیر المجلد ۲ ص ۲۷۳، بدون مقام، دار الفکر بدون تاریخ۔

۲۲ھ الزمخشری، محمود، الکشاف عن حقائق التنزیل المجلد ۲ ص ۱۹۸۔ بیروت، دار المعرفہ، بدون تاریخ۔
پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ۔ التفسیر المظہری المجلد ۴ ص ۲۴۰ دہلی ندوۃ المصنفین۔ بدون تاریخ۔

۲۳ھ القرطبی، ابوعبداللہ۔ الجامع لاحکام القرآن المجلد ۸ ص ۱۸۶ بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۰ء۔

۲۴ھ ابوداؤد، السنن ج ۱ ص ۲۳۱، حوالہ مذکورہ

۲۵ھ دہلوی، شاہ ولی اللہ۔ حجۃ اللہ البالغۃ، المجلد ۲ ص ۴۵، بیروت دار المعرفہ، بدون تاریخ

۲۶ھ حسینی، سید وقار احمد
HUSAINI, S. WAQAR AHMAD, PRINCIPLES OF ENVIRONMENTAL ENGINEERING SYSTEMS PLANNING IN ISLAMIC CULTURE, STANFORD UNIVERSITY, 1971, pp. 200-201, 204.

۲۷ھ ابوداؤد، سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۲۳۰، حوالہ مذکورہ

۲۸ ؎ "عن بشیر بن یسار زعم ان رجلا یقال له سهل بن ابی حثمه اخبره ان النبی صلی الله علیه وسلم ودالامائة من ابل الصدقة یعنی دیة الانصاری الذی قتل بخیبر۔"
ابوداؤد المجلد ا صفحہ ۲۳۱ حوالہ مذکورہ

۲۹ ؎ اصلاحی، امین احسن۔ تدبر قرآن ج ۲ صفحہ ۵۹۳، لاہور، فاران فاؤنڈیشن ۱۹

۳۰ ؎ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر۔ تفسیر الطبری المجلد ۱۴ صفحہ ۳۱۷ مصر، دار المعارف

۳۱ ؎ مثلاً ملاحظہ ہو:

- رضا، رشید۔ تفسیر المنار المجلد ۱۰ صفحہ ۴۳۶ - ۴۳۷، القاہرہ، الھیئة المصریة ۱۹۶۴ء
- شلتوت، محمود۔ الاسلام عقیدة وشریعة ص ۱۲۴، القاہرہ۔ دار الشروق، ۱۹۶۸ء
- قطب، سید، فی ظلال القرآن المجلد ۳ ص ۱۶۷۰، القاہرہ، دار الشروق ۱۹۸۷ء
- القرضاوی، یوسف، فقہ الزکاۃ المجلد ۲ صفحہ ۶۵۸-۶۶۲، ۶۶۶ - ۶۶۹، حوالہ مذکورہ
- مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۸، دہلی، مرکزی مکتبہ اسلامی - ۱۹۸۵ء

اس شمارہ سے
زرِ تعاون میں اضافہ

کاغذ، طباعت اور ڈاک کی شرح میں غیر معمولی اضافہ کے باوجود گذشتہ پانچ سال سے علوم القرآن کے زرِ تعاون میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا۔ لیکن اب موجودہ قیمت پر اس کی اشاعت ناممکن ہوگئی ہے۔ اس لیے بدرجہ مجبوری اس شمارہ (جنوری - جون ۱۹۹۲ء) سے اس کی قیمت میں درج ذیل شرح کے مطابق اضافہ کیا جارہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ حسب سابق ادارہ کو آپ کا تعاون حاصل رہے گا

ممالک	ایک سال	دو سال	تین سال
ہندوستان	۴۰ روپئے	۷۵ روپئے	۱۱۰ روپئے
پاکستان و بنگلہ دیش	۶۵ روپئے	۱۲۵ روپئے	۱۸۰ روپئے
دیگر ممالک	۱۵ امریکی ڈالر	۲۴ امریکی ڈالر	۳۰ امریکی ڈالر